مقامِ اصطفیٰ

برارتحال پُرملال سیّدہ خیر النساء المتخلص بہتر الملقب "بی بی" رحمۃ اللہ علیہا

والدہ ماجدہ

مولانا سیّد ابو الحسن علی صاحب ندوی

از

سید عبد الرب صوفی

مقام اصطفیٰ

سیّد عبد الرب صوفی

پر ارتحال پر ملال حضرت بی بی سیّدہ خیر النساء المتخلص بہ بہتر و الملقب بہ بی بی
والدہ ماجدہ جناب مولانا سید ابو الحسن علی الحسنی ندوی (دام ظلہ) رحمۃ اللہ علیہا

الٰہی نخلع من یفجرک اعلان ہے اپنا
تشہّد یا الٰہی نقطۂ ایمان ہے اپنا
نظامِ زندگی دستورِ دیں قرآن ہے اپنا
تری مرضی پہ سب کچھ اے خدا قربان ہے اپنا

جو بندے برگزیدہ ہیں ترے محبوب ہیں مجھکو
الٰہی چاہنے والے ترے مطلوب ہیں مجھکو

انھیں کے ذکر سے اپنا مشامِ جاں معطر ہے
انھیں کی یاد سے شاداب اپنا دیدۂ تر ہے
انھیں کی خاکِ پا اک سرمۂ چشم منور ہے
انھیں کی داستان پُر محبت مجھ کو ازبر ہے

وہی ہیں اصل، ان کی فرع ہے نام و نشاں اپنا
وہی ہیں اقربا اپنے وہی ہیں خانداں اپنا

الٰہی باغیوں کے ساتھ ترے جوڑ کیا اپنا
جو نافرماں ہیں ان سے کوئی رشتہ بھلا اپنا
کسی نے خوب بتلایا ہے پیمانِ وفا اپنا
یہی از ابتدا تا انتہا ہے ماجرا اپنا

مرا عہدیست ما جاناں کہ تا جاں در بدن دارم
ہوا دارانِ کویش را چو جان خویشتن دارم

مرا مرغوب اکل و شرب ہے ذکرِ خدا کرنا
مری حاجت روا تدبیر ہے پیہم دعا کرنا
بتاؤں تا دمِ آخر مجھے ہے کام کیا کرنا
اُنھیں کا نام رٹنا چیخنا آہ و بکا کرنا

زباں تا در دہن دارم حدیثے دوست میگویم
چو مرغ دوست تا دم می زنم اے دوست می گویم

مہک اٹھتا ہے گلشن جب چٹکتی ہے کلی کوئی
مہکتی ہے فضا جب سانس لیتا ہے ولی کوئی
جہاں بستے ہیں اہل اللہ یا تنہا "علی" کوئی
نہیں محروم رہتی عطر پاشی سے گلی کوئی

خوشا وہ بقعۂ نور اولیاء اللہ کا تکیہ
زہے وہ سر زمیں وہ شاہ علم اللہ کا تکیہ

معطر ذکرِ حق سے حسن کی صدیوں سے فضائیں ہیں
مہکتی حسن کی انفاس معنبر سے ہوائیں ہیں
مقابر سے جہاں مسموع اب تک ان کی صدائیں ہیں
کہ جن میں کچھ تلاوت کچھ انابت کچھ دعائیں ہیں

وہاں زیرِ زمیں انوار کے صدہا خزینے ہیں
وہاں مسجد سے تا دریا بڑے پرنور زینے ہیں

وہیں آراستہ ہے اولیاء اللہ کا تکیہ
یہ تکیہ ہے کواکب اور مہر و ماہ کا تکیہ
یہ قبرستان ہے مردانِ حق آگاہ کا تکیہ
اسی کا اک لقب ہے شاہ علم اللہ کا تکیہ

یہیں زیرِ زمیں خوابیدہ ہیں خیر النساء بہتر
ہیں اپنی قبر میں بھی مہبطِ نور و ضیا بہتر

مرے مخدوم مولانا علی کی والدہ ہیں یہ
عبادت میں نشانی باپ کی ہیں عابدہ ہیں یہ
مثیلِ رابعہ بصریہ، حسیبہ حافظہ ہیں یہ
صلاح و تقویٰ میں ضرب المثل ہیں صالحہ ہیں یہ

خود اس سے شہرۂ آفاق ہے فضل و شرف ان کا
کہ حق کی راہ میں پھرتا ہے بیٹا سر بکف ان کا

صدف آغوش ہے ان کی علیؔ تابندہ گوہر ہیں
علی سے ہیں بڑی تسنیم ادیبہ ہیں سخنور ہیں
بڑی سب سے عزیزِ پاک دل شاخِ ثمر ور ہیں
کہ وہ ضیغم ثانی، و رابع انھیں کے لعل و گوہر ہیں

محمد ان کے پوتے ہیں حمیدہ ہیں صفات ان کی
خدا رکھے یہ سب ہیں باقیات الصالحات ان کی

مجھے اس دین پرور خانوادہ سے محبت ہے — یہی اللہ والوں کی محبت میری دولت ہے
اسی پر منحصر انعام توفیق سعادت ہے — یہ وجہ اتباعِ دین و تکمیل شریعت ہے
اسی نے اہل دل کو رتبۂ قرب و رضا بخشا
اسی نسبت نے "بی بی" کو مقامِ اصطفےٰ بخشا

کہاں ہوتی ہیں اب دنیائے دوں میں بیبیاں ایسی — قرونِ خیر میں ہوتی تھیں لیکن اب کہاں ایسی
وہ جیّد حافظہ تھیں اور زباں تھی گلفشاں ایسی — کہ گلزار و گلستاں میں کہاں گل پاشیاں ایسی
وہ کہلاتی تھیں بی بی واہ کیسی نیک بی بی تھیں
ہزاروں بلکہ لاکھوں بیبیوں میں ایک بی بی تھیں

وہ ایسے باپ کی بیٹی ہیں جو فردِ یگانہ تھا — دعا و ذکر و طاعت میں جو مشہور زمانہ تھا
تلاوت میں میسّر جس کو جذب عاشقانہ تھا — مشائخ میں بھی استغراق جس کا اک فسانہ تھا
سراپا نور ہے یہ خانوادہ علم و عرفاں کا
اسی سے سلسلہ ہے سید احمدؒ شیر یزداں کا

جہاں سے اٹھ گئیں واحسرتا خیر النساء بہتر — خدا ہی جانتا ہے نامناسب کیا ہے کیا بہتر
قلق تو امر طبعی ہے مگر صبر و رضا بہتر — ہے بخشش کا یقیں رفع مراتب کی دعا بہتر
زیانِ ملتِ اسلامیہ ہے انتقال اُن کا
نہ بھولے گا بھلائے زندگی بھر کیف و حال اُن کا

نہ بھولے گی اگست اکتیسویں کی وہ غمی ہم کو — نہ یہ انیس سو اڑسٹھ کا سالِ عیسوی ہم کو
نہ بھولے گی میانِ عصر و مغرب کی گھڑی ہم کو — نہ بھولے گی ولیّہ کی وہ طرفہ جانکنی ہم کو
بدن سے روح یوں نکلی چمن سے جیسے بُو نکلے
نہیں، عارف کے منہ سے جس طرح لاتقنطوا نکلے

رہے گا یاد ہجری کا یہ سن تیرہ سو اٹھاسی — جمادی الثانیہ کی وہ چھٹی ہم کو نہ بھولے گی
بروز شنبہ بعد عصر وہ ساعت جدائی کی — پیامِ شوق آیا سوئے ربّک ارجعی "بی بی"
ذرا سی آئی ہچکی یا کلی چٹکی، مہک نکلی
بدن سے روح نکلی برق کوندی یا چمک نکلی

ادھر شوقِ لقا سے مست ہو کر دم نکلتا تھا ادھر جامِ مئے ذکر و دُعا کا دور چلتا تھا
اِدھر گہوارۂ رحمت میں طفلِ جاں مچلتا تھا اِدھر فوارہ پاسِ نفس پیہم ابلتا تھا
عجب انداز سے نکلی بدن سے روح "بی بی" کی
معاً آئی صدائے غیب "ادخلی فی عبادی" کی

پڑی تھیں چار پائی پر تپِ حادی تھی بیماری ذرا بھی بولنا دشوار تھا وہ ضعف تھا طاری
بدن میں ذکرِ حق لیکن لہو کے ساتھ تھا ساری ہوا جب وقت آیا پاسِ انفاس چلی جاری
صدائے پاک "اللہ" سُنی جاتی تھی گھر بھر میں
وہ منظر پھر رہا ہے اب بھی اپنے دیدہ تر میں

رہی مشغول کامل تین گھنٹے تک زباں ان کی خموش آخر ہوئی یکدم زبانِ گلفشاں ان کی
جو دیکھا ہو چکی تھی ختم یکسر داستاں اُن کی بیاں کی جائیں گی لیکن ہمیشہ خوبیاں اُن کی
معاً جذباتِ غم پر وہ سکینہ ہو گیا طاری
نہ نکلی آہ لیکن سب کے آنسو ہو گئے جاری

علی کی پیاری اماں بی سکینہ لے کے جا سوئیں بھرا تھا نورِ ایماں سے جو سینہ لے کے جا سوئیں
دُعا و ذکر کا گھر سے خزینہ لے کے جا سوئیں گڑا تھا ان کے دل میں جو دفینہ لے کے جا سوئیں
سراپا نور تھیں وہ نور کے قبے میں جا پہنچیں
ہمیشہ کے لئے فردوس کے روضہ میں جا پہنچیں

سناتی تھیں کبھی تفسیر قرآنِ خدا ہم کو سناتی تھیں کبھی بی بی حدیثِ مصطفٰے ہم کو
بتاتی تھیں کبھی اصحابؓ کا صدق و صفا ہم کو دکھاتی تھیں کبھی تصویر مردانِ وغا ہم کو
کبھی رو رو کے بالاکوٹ کے قصے سناتی تھیں
کہانی سیدؒ احمد کی سناتی تھیں رُلاتی تھیں

چلے جاتے تھے ان کے پاس اپنا مدعا لیکر چلے آتے تھے خوش خوش مطمئن ان کی دعا لیکر
وہ رکھدیتی تھیں سر پہ ہاتھ جب نامِ خدا لیکر تو اٹھتے تھے سکینے کی متاعِ بے بہا لیکر
کہاں جائیں گے ہم جب کوئی مشکل پیش آئے گی
کہ اب کون باندھے گا جو منزل پیش آئے گی

تراویح اور بی بی کی امامت یاد آتی ہے
وہ قرأت وہ خوش الحانی وہ رقت یاد آتی ہے
دعا و ذکر میں ان کی انابت یاد آتی ہے
جو دولت چھن گئی ہم سے وہ دولت یاد آتی ہے
تلاوت میں وہ نرمی وہ روانی وہ خوش الحانی
کہ برسے شب کے سناٹے میں رم جھم جس طرح پانی

فضائے تکیہ اُن کے نور سے معمور رہتی تھی
مناہی کی سیاہی ان کے دم سے دور رہتی تھی
طبیعت شاد یا ناشاد ہو مسرور رہتی تھی
نہیں ہستی کی مستی بے پئے مخمور رہتی تھی
نہ ہے سجادۂ و تسبیح نہ ہے شغل نماز ان کا
نہ ہے محراب تر دیدہ نہ ہے سوز و گداز ان کا

جہاں بی بی کی آنکھیں رات بھر بے خواب رہتی تھیں
مصلّے پر جہاں آشفتہ و بیتاب رہتی تھیں
جہاں بی بی کی آنکھیں بیشتر پُر آب رہتی تھیں
دعا و ذکر میں بی بی جہاں غرقاب رہتی تھیں
وہیں ایسی خموشی گنگناہٹ ہے نہ آہٹ ہے
ردائے موت کے نیچے لبوں پہ مسکراہٹ ہے

زمانہ ہو گیا سر سے اٹھا جب باپ کا سایہ
علی لیکن نہ ہونے پائے طفلی میں کبھی بے مایہ
یتیمی کا نہیں آیا، یتیمی میں بھی پیرایہ
ادھر ہمشیل ماں ہمشیل بھائی کا ادھر پایہ
نہ دیکھا ہم نے کوئی باپ ایسے بھائی سے بہتر
یقیناً ڈاکٹر عبد العلیؒ تھے باپ سے بڑھ کر

علی نے جب لیا نام ان کا لہجہ ہو گیا بھاری
نہ جانے یاد کیا آیا کہ رقت ہو گئی طاری
جو چھیڑا ذکر بھائی کا تو آنسو ہو گئے جاری
نہ ہے یہ رنج ہجوری نہ ہے یہ یادِ غم خواری
رہی بھائی کی دلداری نہ ماں کی مامتا باقی
بجز ذاتِ خداوندی رہے گا اور کیا باقی

علی با وصف پیری سایۂ مادر میں پلتے تھے
بلا و خوف کے حملے دعا سے ان کی ٹلتے تھے
دعائیں ساتھ ہوتیں جب علی گھر سے نکلتے تھے
علی کے ساتھ ساتھ انوار اماں بی کے چلتے تھے
گیا بچپن علی کا اب جو سایہ اٹھ گیا ماں کا
ضعیفی آ گئی ان کی جو پایہ اٹھ گیا ماں کا

گئیں دنیا سے وہ سرتاپا صدق و صفا بنکر گئیں مجموعۂ انوارِ طاعات و دُعا بنکر
وہ اسم بامسمّیٰ تھیں گئیں خیر النساء بنکر رضائے حق ہوئی حاصل مقام اصطفےٰ بنکر

الٰہی اسوۂ خیر النساء اب عام ہو جائے
ترے فضل و کرم کا عام اب انعام ہو جائے

فزوں تر عالم دنیا سے ہے برزخ کی تابانی دعا و ذکر کے انوار ہیں ہے وہ درخشانی
کہ ہے زیر زمیں اس درجہ جلوؤں کی فراوانی کہ ان کی خاک کا ہر ذرہ ہے لعل بدخشانی

یہ جلوے برزخی ہیں ہے صلہ قرب و رضا ان کا
مقاماتِ رضا میں خاص درجہ ہے دُعا ان کا

طریقت میں دعا کا درجہ حالاً ابتدا کا ہے مقام اس کا پس از تحصیل تمکیں انتہا کا ہے
پر انحصار ناممکن مقاماتِ دعا کا ہے تعین خارج از حد بشر قرب خدا کا ہے

طریقت کے یہ سب زینے کئے طے نیک بی بی نے
جو مردوں سے نہیں ہوتا کیا وہ ایک بی بی نے

دعا ذوق تذلل ہے دعا اظہار حاجت ہے دعا اللہ کی نصرت دعا بندے کی طاقت ہے
دعا رد بلا رد قضا مفتاح رحمت ہے دعا جانِ اطاعت ہے دعا مغز عبادت ہے

زہے بندہ جسے آجائے مولا سے دعا کرنا
جسے آجائے خود ابواب رحمت بڑھ کے وا کرنا

بس اب تو بھی اُٹھا ہر دعا دستِ دعا اپنا کہ ہے صوفی دعا کرنا ہی اپنے مدعا اپنا
ولیہ کو خدا بخشے مقام اصطفےٰ اپنا سبھی پسماندگاں پر فضل فرمائے خدا اپنا

مرے دامن کو بھی گلہائے رحمت سے خدا بھر دے
مرادیں صوفی محتاج کی پوری خدا کر دے